عبادت، اہمیت، حقیقت، جامعیت اورافادیت

مولاناڈاکٹرمحمداسجدقاسمی، ندوی
شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد(انڈیا)

عبادت کی اہمیت: اگرانسان خاندانی اور ماحولیاتی اثرات سے الگ اور آزاد ہوکراپنی عقل سلیم کی مدد سے اپنے مقصد وجود پر سنجیدگی سے غوروفکر کرے تو اس کی عقل کا جواب یہ ہوگا کہ وہ اکل وشرب اور لہوولعب کے لئے وجود میں نہیں آیا ہے، بلکہ اس کو اللہ کی عبادت کا فرض انجام دینے کے لئے وجود بخشا گیا ہے۔ قرآن میں بڑی وضاحت سے فرمایا گیا کہ ﴿وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون﴾ میں نے جن وانس کوصرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ (الذاریات:۵٦) احادیث قدسیہ میں وارد ہوا ہے:﴿عبادی ! إنی ماخلقتكم لأستأنس بكم من وحشة ولا لأستكثر بكم من قلة، ولا لجلب منفعة ولا لدفع مضرة، وإنماخلقتكم لتعبودنی طويلاً وتذكرونی كثيراً وتسبحونی بكرة واصيلاً﴾ اے میرے بندو! میں نے تم کواس لئے پیدانہیں کیا ہے کہ وحشت میں تم سے مانوسی حاصل کروں، اورقلت میں تمہارے ذریعے کثرت حاصل کروں، نہ ہی کسی نفع کے حصول کے لئے پیدا کیا ہے نہ ہی دفع ضرر کے لئے پیدا کیا ہے، میں نے تمہیں صرف اسی لئے پیدا کیا کہ تم میری خوب عبادت کرو، کثرت سے میرا ذکر کرو، اورصبح وشام میری پاکی بیان کرو۔ (العبادۃ للقرضاوی:۱۹)

اسی طرح بعض آسمانی کتابوں میں یہ بھی آیا ہے کہ ’’اے فرزند آدم! میں نے تم کواپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، لہٰذا تم لہوولعب کو چھوڑ دو، میں نے تمہارے رزق کی ذمہ داری لے رکھی ہے، تم میری عبادت کرو، مجھے پالوگے، اگر تم مجھے پاگئے تو سب کچھ پاگئے، ورنہ تم سب کچھ کھودوگے، میری محبت تمہارے دل میں ہر چیز سے زیادہ ہونی چاہیے۔ (تفسیرابن کثیر:٦/۴۲٦) خداوندقدس نے انسانوں کی تخلیق سے بہت پہلے عالم ارواح میں تمام انسانوں سے جو عہد الست لیاوہ یہی تھا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے اوراس کے ساتھ کسی کوشریک نہ کیاجائے، قرآن میں اللہ انسان کومخاطب کرکے فرماتا ہے:﴿ألم أعهد إليكم يابنی آدم أن لاتعبدوا الشيطان، إنه لكم عدو مبين وأن اعبدونی هذا صراط مستقيم﴾ اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تم کو ہدایت نہ کی تھی کہ شیطان کی بندگی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، اور میری ہی بندگی کرو، یہ سیدھا راستہ ہے‘‘۔ (یٰس:٦۰،٦۱)

پھر ہر پیغمبر کی زبان سے اس کی قوم کو پہلا پیغام خدائے واحد کی عبادت کا دیا گیا، حضرت عیسیٰ کو عیسائیوں نے

غایت تعظیم میں الوہیت کے مقام تک پہنچادیا تھا، اس کی تردید میں فرمایا گیا﴿لن یستنکف المسیح أن یکون عبدا لله ولا الملائکة المقربون، ومن یستنکف عن عبادته ویستکبر فسیحشرهم إلیه جمیعاً﴾ حضرت عیسیٰ مسیح نے کبھی اس بات کو عار نہیں سمجھا کہ وہ اللہ کے بندے ہوں، اور نہ مقرب ترین فرشتے اس کو اپنے لئے عار سمجھتے ہیں، اگر کوئی اللہ کی بندگی کو اپنے لئے عار سمجھتا ہے اور تکبر کرتا ہے تو ایک وقت آئے گا جب اللہ سب کو گھیر کر اپنے سامنے حاضر کرے گا۔ (النساء: ۱۷۲) اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عبادت کی اتنی اہمیت ہے کہ اسے انسانی وجود کا مقصد حقیقی بتایا گیا ہے اور تخلیق آدم سے بہت پہلے تمام انسانوں سے اس کا عہد لیا گیا پھر ہر نبی کے ذریعے پہلا پیغام عبادت خداوندی کا پہنچایا گیا اور پوری زندگی اللہ کی عبادت میں اشتغال وانہماک کی مکمل تاکید کی گئی۔

عبادت کی حقیقت: عبادت کے لفظی معنی بندگی اور غلامی کے ہیں، مگر شریعت میں ''عبادت سے مراد خاص وہ اعمال ہوتے ہیں جن کو بندہ اللہ کے حضور میں اس کی رضا اور رحمت کا طالب بن کر اپنی بندگی اور سرافگندگی ظاہر کرنے کے لئے اور اپنے عمل سے اس کی معبودیت اور عظمت وکبریائی کی شہادت ادا کرنے کے لئے کرتا ہے، جیسے اسلام میں نماز، روزہ، حج، زکوۃ، صدقات، ذکر، دعا، تلاوت اور قربانی وغیرہ، یہ سارے عبادتی اعمال بندہ صرف اس لئے کرتا ہے کہ اس کا معبود اس سے راضی ہو، اس پر رحمت فرمائے اور ان کے ذریعے اس کی روح کو پاکیزگی اور خدا کا قرب حاصل ہو''۔ (قرآن آپ سے کیا کہتا ہے، از مولانا منظور نعمانی: ۱۶۳)

امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ ''عبادت کی حقیقت میں دو بنیادی چیزیں ہیں۔ (۱) اللہ کے سامنے کامل سرافگندگی (۲) اللہ کی مکمل محبت، اگر سرافگندگی محبت کے بغیر ہو بلکہ عداوت کے ساتھ ہو تو وہ عبادت نہیں ہوسکتی، اسی طرح اگر محبت سرافگندگی واطاعت کے بغیر ہو تو بھی وہ عبادت نہیں، عبادت کے لئے محبت اور سرافگندگی واطاعت کا مکمل اجتماع لازم ہے، پھر سرافگندگی کا حاصل پوری شریعت کی پابندی ہے، ظاہری وباطنی تمام اعمال واقوال ہیں، اللہ کی پسندیدہ چیزوں کا اہتمام اور ناپسندیدہ امور سے اجتناب عبادت ہے''۔ (ملاحظہ ہو، العبودیۃ: ۱۰)

امام قرطبیؒ کے بقول: ''اللہ کو ایک سمجھنا اور اس کی شریعت کا مکمل التزام اور پابندی عبادت ہے''۔ (الجامع لاحکام القرآن: ۱/۱۵۷)

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں کہ ''نفسِ امارہ کا خدائی احکام کے تابع کرنا عبادت ہے''۔ (روح المعانی: ۱/۸۹)

امام ابن القیم کے بقول: ''عبادت اللہ کے شکر، اللہ سے محبت، اللہ سے خوف اور اس کی تابعداری کا نام ہے''۔ (بدائع التفسیر: ۱/۱۱۶)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے عبادت کی حقیقت، توحید اور خوف ورجاء منقول ہے (ملاحظہ ہو تفسیر طبری: ۱/۹۹، وتفسیر ابن ابی حاتم: ۱/۱۹)

امام ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ ''عبادت، توحید، اطاعت اور دعا تینوں کو جامع ہے''۔ (زادالمسیر :۱/۱۴)

بعض حضرات توحید، شکر اور اطاعت تینوں کے مجموعے پر عبادت کا اطلاق کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو صفوۃ التفاسیر للصابونی:۱/۴۱)

شیخ جمال الدین القاسمی کے بقول ''عبادت اللہ کی کامل محبت، عجز و فروتنی، تعظیم، توکل اور دعا کے مجموعے کا نام ہے''۔ (تفسیر القاسمی:۲/۱۰)

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ''عبادت اس تذلل کا نام ہے جو دل میں اللہ کی عظمت کے احساس سے اور اللہ کی قدرت کے تصور سے پیدا ہوتا ہے''۔ (تفسیر المراغی:۱/۳۲)، علامہ سید سلیمان ندوی کے بقول ''اصطلاح شریعت میں عبادت، خدائے عزوجل کے سامنے اپنی بندگی اور عبودیت کے نذرانہ کو پیش کرنا اور اس کے احکام کو بجالانا ہے''۔ (سیرۃ النبی:۵/۲۸)

ان تمام اقوال کا لب لباب یہ ہے کہ اللہ کی وفاداری، اس کی اطاعت، اس کی تعظیم و محبت اور تابعداری کے مجموعے کا نام عبادت ہے اور اس کا حکم ہر انسان کو بہت تاکید سے دیا گیا ہے، مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں کہ ''عبادت کے اصلی معنی عربی لغت میں انتہائی خضوع اور انتہائی عاجزی اور فروتنی کے اظہار کے ہیں، لیکن قرآن میں یہ لفظ اس خضوع وخشوع کی تعبیر کے لئے خاص ہوگیا ہے جو بندہ اپنے خالق و مالک کے لئے ظاہر کرتا ہے، پھر اطاعت کا مفہوم بھی اس لفظ کے لوازم میں داخل ہوگیا ہے کیونکہ یہ بات بالبداہت غلط معلوم ہوتی ہے کہ انسان جس ذات کو اپنے انتہائی خضوع وخشوع کا واحد مستحق سمجھے، زندگی کے معاملات میں اس کی اطاعت کو لازم نہ جانے''۔ (تدبر قرآن: ۱/۵۷)۔

عبادات کا دائرہ وسعت: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے واضح کیا ہے کہ عبادات کا دائرہ بے حد وسیع ہے اور عبادت اللہ کے نزدیک پسندیدہ تمام ظاہری و باطنی، عیاں و نہاں، اقوال و اعمال کو شامل ہے، نماز، زکوۃ، روزہ و حج، صداقت و دیانت، اطاعت والدین، صلہ رحمی، وفائے عہد، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، جہاد، حسن سلوک، دعا، ذکر و تلاوت، حب خدا و رسول، خوف الٰہی، انابت و رجوع الی اللہ، اخلاص و توکل، صبر و شکر، رضا بالقضاء، رجاء و خوف سب عبادات کے ذیل میں آتے ہیں، فرائض ارکان و شعائر کے علاوہ نوافل و تطوعات، اسی طرح معاملاتی زندگی اور شعبے سے متعلق امور اخلاقیات سے منسلک چیزیں، اصلاح خلق سے مربوط اشیاء حتی کہ دنیوی معاشرتی زندگی کے لئے اختیار کئے جانے والے جائز اسباب و وسائل جن کی اجازت قرآن و سنت میں ہے سب عبادت میں داخل ہیں، حاصل یہ کہ پورا دین عبادت میں داخل ہے (ملاحظۃ ہو العبودیۃ :۴۳-۴۴،۴۷، مختصراً) معلوم ہوا کہ عبادت جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے اور جس کو اس کا مقصدِ زندگی بنایا گیا ہے، اس کا دائرہ بے حد وسیع اور وہ زندگی کے تمام شعبوں کو حاوی اور محیط ہے۔

دوسروں کی نفع رسانی کے لئے شرعی حدود میں رہ کر اخلاص سے جو کام بھی کیا جاتا ہے وہ عبادت قرار پاتا ہے، کسی غمزدہ کے ساتھ ایسا سلوک کہ اس کے آنسو بند ہو جائیں، ایسا عمل جس سے کسی پریشان حال کی پریشان حالی دور ہو جائے، کسی زخمی کی تسلی ہو جائے، کسی افلاس زدہ کا افلاس دور ہو جائے، کسی مظلوم و پناہ جو کی دادرسی ہو جائے، کسی قرض سے لدے ہوئے بیچارے کا قرض ادا، یا ہلکا ہو جائے، کسی گم گشتۂ راہ کو منزل مل جائے، کسی جاہل کو تعلیم مل جائے، کسی غریب کو سہارا مل جائے، کسی سے شر دفع ہو جائے، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹ جائے، یہ سب عبادت میں داخل ہے جس پر اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے احادیث میں ﴿اصلاح ذات البین﴾ (باہمی تعلقات کی درستی) کو (نفلی) نماز و روزہ وصدقہ سے افضل قرار دیا گیا ہے اور اعلیٰ درجے کی عبادت بتایا گیا ہے، مریض کی عیادت، بھوکے کو کھلانے اور پیاسے کو پلانے کا عمل بہت افضل عبادت بتایا گیا ہے، راستے سے خاردار و ضرر رساں تکلیف دہ چیزیں ہٹانا بہت بڑی نیکی قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا "ماذا ینجی العبد من النار"؟ بندے کو جہنم سے نجات دینے والی چیز کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "الایمان باللّٰہ" خدائے واحد پر ایمان جہنم سے نجات دلاتا ہے، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ایمان کے ساتھ کوئی اور عمل بھی نجات دہندہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں تم اپنے مملوکہ مال میں سے ضرورت مندوں کو دو، میں نے کہا کہ اگر آدمی محتاج ہو، اور اس کے پاس مال نہ ہو تو؟ فرمایا: پھر نیکی کا حکم دے اور بدی سے روکے، میں نے کہا اگر ایسا نہ کر سکے تو؟ فرمایا کہ کسی کام سے ناواقف شخص کی مدد کرے اور اسے کام سکھا دے تا کہ وہ کما سکے، میں نے کہا کہ اگر وہ نہ سکھا سکے تو؟ فرمایا کہ مظلوم کی مدد کرے، میں نے کہا کہ اگر مدد کی طاقت نہ ہو تو؟ فرمایا کہ تم ایسے آدمی کے لئے کوئی خیر کی راہ باقی نہیں رکھنا چاہتے، اسے چاہیے کہ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہونے دے، میں نے کہا اے اللہ کے رسول! اگر وہ ایسا کرے تو جنت میں جائے گا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان ان کاموں میں سے کوئی کام بھی کرے گا، قیامت کے روز اس کا یہ عمل نیک اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت میں داخل کرا کے ہی رہے گا"۔ (بیہقی)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ انسان کے ہر جوڑ پر روزانہ ایک صدقہ لازم ہے اور صدقے کا دائرہ بہت وسیع ہے، انصاف کرنا، صلح کرانا، دوسرے کی مدد کرنا، کسی کمزور کو سہارا دے کر سواری پر بٹھا دینا، خوش کلامی، نماز کے لئے قدم بڑھانا، راستے سے موذی چیزیں ہٹانا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر سب صدقات میں شامل ہیں، اور صدقات کا شمار مالی عبادات میں ہوتا ہے، متعدد احادیث میں خندہ پیشانی سے مسکراتے ہوئے ملنے کو بھی صدقہ اور عبادت بتایا گیا ہے، جانوروں کے ساتھ حسن معاملہ، نرمی اور مہربانی کو بھی عبادت قرار دیا گیا ہے۔ اور اس سے آگے معاشی واقتصادی محنت کو بھی عبادت قرار دیا گیا ہے بشرطیکہ وہ (۱) محنت شرعی حدود میں ہو، (۲) نیت خالص ہو، (۳) کسی پر ظلم اور غرر (دھوکا)

اور ضرر (نقصان) اس میں نہ پایا جائے اور وہ (۴) وہ دنیوی محنت، دینی فرائض وواجبات سے غافل نہ بنائے، ان شرائط کے ساتھ جو دنیوی اور معاشی محنت کی جائے وہ عبادت کے زمرے میں آتی ہے۔

احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اپنی بیوی سے خاص تعلق قائم کرنا بھی نیکی ہے، صحابہ نے اس پر سوال کیا کہ یہ کیسے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بتاؤ اگر کوئی شخص حرام طریقے سے شہوت پوری کرے تو اس کو گناہ ملتا ہے یا نہیں؟ صحابہ نے کہا کہ گناہ ملتا ہے، آپ نے فرمایا کہ اسی طرح اگر کوئی حلال طریقے سے اپنی بیوی سے خاص تعلق قائم کرتا ہے تو اس کو ثواب ملتا ہے (مسلم) علماء نے لکھا ہے کہ یہ اللہ کی رحیمی ہے کہ قضائے شہوت پر بھی ثواب عطا کرتا ہے، بشرطیکہ نیت بیوی کے حق کی ادائیگی اور عفت وعصمت کے تحفظ کی ہو۔

اسلام نے اپنے نظام عبادات کا دائرہ اس قدر وسیع فرما کر ایک مسلمان کو ہر لمحۂ زندگی اور ہر شعبۂ حیات میں اللہ کے رنگ میں رنگ دینا اور شریعت کے قالب میں پوری طرح ڈھالنا چاہا ہے، مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے بقول ''نبوت محمدی کا پانچواں عطیہ اور ناقابل فراموش احسان اور ایک گرانقدر تحفہ دین ودنیا کی وحدت کا تصور اور یہ انقلاب انگیز تلقین ہے کہ انسان کے اعمال واخلاق اور ان سے پیدا ہونے والے نتائج کا اصل انحصار، انسان کی ذہنی کیفیت، عمل کے محرکات اور اس کے مقصد پر ہے......اس کے نزدیک نہ کوئی چیز ''دنیا'' ہے اور نہ کوئی چیز ''دین'' اس کے نزدیک خدا کے رضا کی طلب، اخلاص اور اس کے حکم کی تعمیل کے جذبہ وارادہ سے بڑے سے بڑا دنیاوی عمل، یہاں تک کہ جنگ، حکومت، دنیاوی نعمتوں سے تمتع، نفس کے تقاضوں کی تکمیل، حصول معاش کی جدوجہد، جائز تفریح طبع کا سامان، ازدواجی وعائلی زندگی، سب اعلیٰ درجہ کی عبادت، تقرب الی اللہ کا ذریعہ، اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب ولایت تک پہونچنے کا وسیلہ اور خالص دین بن جاتی ہے، اس کے برخلاف بڑی سے بڑی عبادت اور دینی کام کو رضائے الٰہی کے مقصد اور اطاعت کے جذبہ سے خالی ہو (حتی کہ فرض عبادتیں، ہجرت وجہاد، قربانی وسرفروشی اور ذکر وتسبیح) خالص دنیا اور ایسا عمل شمار ہوگا جس پر کوئی ثواب اور اجر نہیں ہے''۔ (نبی رحمت دوم......۲۲۸)

دین اور دنیا کی حیثیت اسلام میں دو حریف کی نہیں بلکہ دو دوست کی ہے، اور اسلام میں عبادت کا مفہوم ان تمام نیک اعمال اور اچھے کاموں تک وسیع ہے جن کے کرنے کا مقصد خدا کے سامنے اپنی بندگی کا اظہار، اس کی اطاعت اور اس کی خوشنودی کی طلب ہو، اس وسعت کے اندر انسان کی پوری زندگی کے کام داخل ہیں، جن کے بحسن وخوبی انجام دینے کے لئے اس کی خلقت ہوئی ہے، یہ روحانیت کا وہ راز ہے جو صرف محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دنیا کو معلوم ہوا۔ (سیرت النبی، پنجم: ۳۳)

مشہور نومسلم مفکر محمد اسد نے بجا طور پر لکھا ہے کہ ''اسلام میں عبادت کا تصور دوسرے مذاہب سے بہت مختلف ہے، اسلام میں عبادت کا دائرہ چند اعمال تک محدود نہیں ہے بلکہ وہ انسان کی مکمل عملی زندگی کو جامع اور محیط ہے،

اسلام بغیر کسی لاگ لپیٹ کے یہ حقیقت عیاں کرتا ہے کہ اللہ کی دائمی عبادت اور ہر مرحلۂ زندگی میں اس کے نظام کی پابندی ہی حاصل زندگی، مقصد حیات ہے"۔ (الاسلام علی مفترق الطرق:۲۱-۲۲مختصراً)

عبادات کے دائرہ کی ہر شعبہ زندگی تک وسعت پر یہ سوال ہوسکتا ہے کہ پھر اسلامی فقہ میں عبادات اور معاملات کی الگ الگ قسمیں کیوں کی گئی ہیں؟ اگر عبادات کا دائرہ اتنا وسیع ہے تو معاملات بھی اسی ذیل میں آتے ہیں، ان کو الگ قسم بنانے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟ اس سوال کا سیدھا جواب یہ ہے کہ فقہاء نے احکام شرعیہ عملیہ کی عبادات اور معاملات دو قسمیں کی ہیں اور ایسا کرنے کا مقصد معاملات کو عبادات کے دائرہ وسعت سے نکال دینا نہیں ہے بلکہ احکام کی دو قسموں کو اصطلاحی اور فنی طور پر الگ الگ بیان کرنا مقصد ہے"۔ (ملاحظہ ہو العبادۃ للقرضاوی:٦٧) احکام کی پہلی قسم وہ چیزیں ہیں جن کا طریقہ اور کیفیت اللہ نے متعین کر دیا ہے اور انسان کی ذمہ داری اس کی پابندی ہے، اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی انسان اس میں نہیں کر سکتا اور ان کا تعلق خالص اللہ سے ہے، اور دوسری قسم میں وہ چیزیں ہیں جن کا کوئی لگا بندھا طریقہ متعین نہیں ہے بلکہ انسان ان میں اپنی عقل سلیم کی مدد سے راستے نکال سکتا ہے، بس اسلام یہ شرط لگاتا ہے کہ جو راہ بھی اپنائی جائے اس میں حدود شریعت کی پاسداری ہونی چاہیے۔ اور دوسروں پر ظلم یا دھوکا و نقصان نہ ہونا چاہیے ان کا تعلق بندوں سے ہوتا ہے، پہلی قسم عبادات سے متعلق ہے اور دوسری معاملات سے، اور دونوں قسموں میں یہی فرق ہے جس کی وضاحت کے لئے ان کو الگ الگ بیان کیا جاتا ہے ورنہ دونوں قسموں میں شرعی حکم کی پابندی عبادت میں داخل ہے۔

فقہاء نے فنی اور اصطلاحی طور پر یہ تقسیم کی ہے، اور ہرگز ہرگز ان کا مقصد یہ نہیں تھا کہ لوگ صرف عبادات کی پابندی کو دین سمجھنے لگیں اور معاملات میں شریعت کی پابندی کا اہتمام نہ کریں، بدقسمتی سے یہ تصور بعض حلقوں میں بہت عام ہوگیا ہے کہ دین عبادات کا نام ہے اور معاملات کی پابندی دین اور عبادت میں داخل اور لازمی نہیں ہے۔ حقیقت واقعیہ یہ ہے کہ عبادت ہر گوشہ زندگی کو محیط ہے، قلب و دماغ، سماعت و بصارت، جان و مال، جسم و سراپا اور تمام حواس اللہ کی عبادت کے لئے ہیں۔

دلائل النفس و آفاق میں غور و فکر، آسمان و زمین میں پھیلے ہوئے خدا کے عجائب قدرت اور غرائب حکمت میں تفکر، آیات قرآنی میں تدبر، تاریخ سے عبرت و موعظت دماغ کی عبادت ہے، اللہ و رسول سے محبت، اللہ سے خوف، امیدِ ثواب، رضا بالقضاء، صبر و شکر، حیاء و توکل، اخلاص و بے لوثی وغیرہ قلب کی عبادتیں ہیں، ذکر و تلاوت، تسبیح و تکبیر، دعا وغیرہ زبان کی عبادتیں ہیں، روزہ و نماز کا شمار بدنی و جسمانی عبادتوں میں ہے، پھر نماز میں زبان کی عبادت بھی داخل ہے، زکاۃ و صدقات کا تعلق مالی عبادت سے ہے، ہر عبادت کے لئے نیت ضروری ہے جو قلب کی عبادت ہے۔ اسلامی عبادات کی جامعیت اور وسعت کی ایک اور علامت یہ بھی ہے کہ ان میں مکان کی کوئی قید نہیں ہے، ہر مذہب نے اپنی عبادت کو مکان کی قید میں مقید کیا ہے، بت خانوں، آتش خانوں، گرجوں، صومعوں تک ہی دائرۂ عبادت محدود کر دیا گیا ہے مگر "محمد رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے میں نہ کسی درودیوار کی ضرورت، نہ محراب ومنبر کی حاجت، وہ دیروحرم، معبد وصومعہ اور مسجد وکنیسہ سب سے بے نیاز ہے، زمین کا ہر گوشہ بلکہ پہنائے کائنات کا ہر حصہ اس کا معبد اور عبادت خانہ ہے، تم سوار ہو کہ پیادہ، گلگشت چمن میں ہو کہ ہنگامۂ کارزار میں، خشکی میں ہو کہ تری میں، ہوا میں ہو کہ زمین پر، جہاز میں ہو کہ ریل پر، ہر جگہ خدا کی عبادت کر سکتے ہو اور اس کے سامنے سجدۂ نیاز بجالا سکتے ہو"۔ (سیرۃ النبی پنجم:۲۱-۲۲)

عموماً یہ مشہور ہے کہ شریعت میں صرف چار عبادتیں ہیں: (۱) نماز، (۲) زکوۃ (۳) روزہ (۴) حج۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ چاروں فرائض انسان کے تمام اعمال صالحہ اور اچھے کاموں کے روشن عناوین ہیں، خالق، کائناتِ اللہ سے متعلق تمام اچھے اعمال کا عنوان نماز ہے، انسانوں کے نفع کے لئے کئے جانے والے تمام اعمال صالحہ کا عنوان زکوۃ ہے، ایثار وقربانی کے تمام جزئیات کا روشن عنوان روزہ ہے، اخوت ومحبت، اتحاد واجتماعیت، محنت وجد وجہد کے تمام جزئیات کا نمایاں عنوان حج ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے سیرۃ النبی پنجم:۳۵-۳۶)

عبادت کے نمایاں فوائد: عبادت سے اسلام کا مقصود دل کی پاکیزگی، روح کی صفائی اور عمل کا اخلاص ہے، قرآن میں تمام انسانوں کو خالق کائنات کی عبادت کا عمومی حکم دیا گیا ہے اور اس کے بعد یہ فرمایا گیا ہے کہ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو جائے گا، تقویٰ دل کی اس حالت وکیفیت کا نام ہے جس سے اعمال صالحہ کی تحریک اور اعمال سئیہ سے نفرت پیدا ہوتی ہے، خدا کی عبادت کا سب سے نمایاں فائدہ یہ ہے کہ انسان تقویٰ اور پرہیزگاری کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

عبادت کا دوسرا فائدہ دل کی بے نیازی اور استغناء ہے، اور تیسرا فائدہ فقر وافلاس سے حفاظت اور نجات ہے، ایک حدیث قدسی میں واضح کیا گیا ہے "یاابن آدم! تفرغ لعبادتي، املاء صدرك غنى وأسد فقرك، وإلا تفعل ملأت صدرك شغلاً ولم أسد فقرك" اے فرزند آدم! میری عبادت کے لئے فارغ ویکسو ہو جاؤ، میں تمہارے دل کو غنا اور بے نیازی سے بھر دوں گا اور تیرا فقر دور کر دوں گا، ورنہ نہ تو تمہارا فقر دور ہوگا اور نہ تمہارے دل میں یکسوئی رہے گی، بلکہ تمہارا دل ہموم وغموم کی آماجگاہ بن جائے گا۔ (ترمذی)

بقول مولانا نعمانیؒ "انسان کے اچھے اعمال میں صرف عبادات ہی کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کا تعلق براہ راست صرف اللہ سے ہوتا ہے، یعنی عبادت صرف اس کی رضا ورحمت حاصل کرنے اور اس کے سامنے اپنی بندگی کا اظہار کرنے اور رشتۂ عبودیت کو استوار کرنے ہی کے لئے کی جاتی ہے، اور مٹی سے بننے والے اور گندے پانی کے ناپاک قطرہ سے پیدا ہونے والے انسان کو اسی کے ذریعہ اللہ کا وہ تقرب، وہ رابطہ اور وہ حضوری حاصل ہوتی ہے جو دراصل ساکنین ملأ اعلیٰ کا حصہ ہے"۔ (قرآن آپ سے کیا کہتا ہے:/۱۶۳)

حاصل بحث: ان تمام تفصیلات کا حاصل یہ ہے کہ عبادت ہر انسان کے ذمے اللہ کا واجبی حق ہے، اور اس کی اہمیت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہ مقصدِ حیات انسانی ہے، اور اس کی جامعیت کا عالم یہ ہے کہ وہ ہر لمحۂ حیات کو محیط اور ہر

شعبۂ زندگی تک وسیع ہے، اور اس کے فوائد و برکات یہ ہیں کہ اس سے انسانی زندگی میں عجیب و غریب ایمانی اور روحانی انقلاب آجاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ''اسلام اس لئے آیا کہ اپنے پیروؤں کے پاؤں کے نیچے دونوں جہانوں کی بادشاہیاں رکھ دے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب عبادات کے مفہوم کو اسی وسعت کے ساتھ سمجھا جائے جو اسلام کا منشاء ہے اور اسی وسعت کے ساتھ اس کو ادا کیا جائے، جو اسلام کا مطالبہ ہے''۔ (سیرۃ النبی: ۵/۳۴) ☆......☆

اعتراف

یہ سچ ہے اور میں اس کا عینی شاہد ہوں۔ تقریباً تیرہ برس پہلے پنجاب حکومت نے اپنی خفیہ ایجنسی کے ذریعے امتحانی مراکز کا سروے کرایا۔ میں اس وقت پنجاب میں سکریٹری تعلیم تھا اور یہ خبریں مل رہی تھیں کہ امتحانی مراکز بکتے ہیں، نقل تھوک کے حساب سے کرائی جاتی ہے اور سارے کا سارا نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔ چنانچہ میں وزیراعلیٰ صاحب سے صورت حال بیان کرنے کے بعد ایک ایجنسی کی خدمات مستعار لیں اور بدنام ترین امتحانی مراکز کی تحقیق کا کام ان کے ذمے لگایا۔ ابھی امتحانات ہونے والے تھے اور ہم چاہتے تھے کہ شروع ہی سے اس وبا پر قابو پالیا جائے۔ اگرچہ ایجنسیوں کی رپورٹیں سو فیصد درست نہیں ہوتیں تاہم اگر اسی فیصد تک بھی درست ہوں تو مسئلے کو سمجھنا اور اس کا علاج کرنے میں سہولت رہتی ہے۔ بہرحال جب تحقیق اور تفتیش کے بعد رپورٹ آئی تو پتہ چلا کہ چند برسوں سے امتحانی مراکز میں نقل کروانے کا کام چند ایک مافیا نے سنبھال رکھا ہے جو مجرموں، سزا یافتہ قاتلوں اور پیشہ ور بدمعاشوں پر مشتمل ہے۔ لوگ امتحانی مراکز کو گھیر لیتے ہیں باہر سے بوٹیاں یعنی نقل کا مواد ان طلبہ کو بھجواتے ہیں جنھوں نے اس کی قیمت ادا کی ہوتی ہے۔ ضرورت پڑنے پر حل شدہ پرچے بھی اندر بھجوائے جاتے ہیں اور بعض سینٹروں میں باقاعدہ باہر اسپیکروں کے ذریعے سوالات کا حل بتایا جاتا ہے۔ اس حل میں امتحانی مراکز کے انچارج عملے یعنی استادوں کو خریدا جاتا ہے اور اس طرح ملی بھگت سے امتحانی نظام کا ستیاناس کیا جا چکا ہے۔ اس دور میں اس طرح کی باتیں مشہور تھیں کہ اساتذہ کرام امتحانی مراکز میں ڈیوٹی پر جاتے تھے تو خالی ہاتھ ہوتے تھے لیکن جب دو تین ہفتوں کے بعد لوٹتے تھے تو عام طور پر ریفریجریٹر، ٹی وی وغیرہ ساتھ لے کر آتے تھے۔ اس رپورٹ سے پتا چلا کہ اس سال امتحانی مراکز تین کروڑ میں بکے ہیں۔ امتحانی عملے کو خریدا جا چکا ہے اور جو سودے بازی پر تیار نہیں انھیں گولی کی دھمکی دی جا چکی ہے۔ چنانچہ ہم نے اس مسئلے کے حل کے لیے ایک حکمت عملی وضع کی جس کے تحت ان مافیاز کے اراکین کو امتحانات سے قبل گرفتار کر کے پابند حوالات کرنا تھا۔ امتحانی مراکز کا تقدس بحال کرنے کے لیے وسیع انتظامات کرنے تھے اور عملے کی تعیناتی سفارش کی بجائے چھان پھٹک کے بعد کی جاتی تھی۔ بہرحال میں تو کچھ ہی عرصہ بعد ٹرانسفر ہو گیا۔ لیکن اسی دور میں کچھ سروے ٹیموں کو مختلف علاقوں میں اسکولوں پر چھاپے مارنے کے لیے بھجوایا تو وہاں سے بھی اس طرح کی رپورٹیں آئیں کہ بعض اسکولوں میں اساتذہ کی حاضری دس فیصد اور بعض پر پچاس سے ستر فیصد تک تھی۔ کئی استادوں نے اسکولوں کے قریب دکانیں کھول رکھی تھیں چناں چہ وہ علم اور دکان کا سودا اکٹھے ہی بیچتے تھے۔ دیہاتوں میں حالت ناگفتہ بہ تھی جہاں کئی پرائمری اسکولوں میں استاد صرف تنخواہ وصول کرنے تشریف لاتے اور طلبہ کھیل کود میں وقت گزار کر گھروں کو لوٹ جاتے تھے۔

(ڈاکٹر صفدر محمود، کالم نگار جنگ)